101112 ـ زانی اور کافر مرد و عورت کی اولاد کی نسبت

سوال

میں نے عورت کا اپنے خاوند کے نام کی طرف منسوب ہونے کے متعلق جواب پڑھا ہے اور میں یہ سمجھی ہوں کہ ایسا جائز نہیں، اب میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ اگر کوئی عورت اسلام قبول کر لے اور وہ اصل میں اپنی والدہ کی طرف منسوب ہو تو کیا اس کے لیے ایسا جائز ہے کہ وہ خاوند کا نام اپنے ساتھ لگا لے؛ کیونکہ اس کی ولادت کے وقت اس کے والدین نے آپس میں شادی نہیں کی تھی، اور اس کے لیے والد کا نام اپنے ساتھ لگانا ممکن نہیں؛ کیونکہ وہ اب زندہ نہیں ہے. ؟

پسندیدہ جواب

الحمد للہ.

رسولوں پر اللہ تعالی کی نازل کردہ سب شریعتوں میں زنا حرام ہے، اور دین اسلام اسلام قبول نہ کرنے والے دوسرے ادیان کے لوگوں کا نکاح دو شرطوں کے ساتھ برقرار رکھتا ہے:

پہلی شرط:

وہ نکاح ان کی شریعت کے موافق ہو.

دوسری شرط:

وہ عقد کا معاملہ ہمارے پاس نہ لے کر آئیں.

شیخ اسلام ابن تیمیہ کہتے ہیں:

" اصحاب مالك اور شافعی اور اصحاب احمد مثلا قاضی ابو یعلی اور ابن عقیل اور متاخرین نے بیان کیا ہے کہ کفار کے نکاح میں ان کی عادات کی طرف لوٹا جائیگا، جسے وہ آپس میں نکاح شمار کرتے ہوں جب وہ اسلام قبول کر لیں اور ہمارے پاس مقدمہ لے کر آئیں تو اس پر انہیں برقرار رکھنا جائز ہے، جبکہ وہ کسی ممانعت پر مشتمل نہ ہو، اور اگر وہ اسے نکاح نہ سمجھتے ہوں تو اسے برقرار رکھنا جائز نہیں " انتہی.

دیکھیں: مجموع الفتاوی (29 / 12).

اور شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں:

اگر شریعت اسلامیہ کے مطابق نکاح صحیح ہو تو وہ صحیح ہے، اور اگر ـ شریعت اسلامیہ کے اعتبار سے ـ نکاح فاسد ہو تو ان کا نکاح دو شرطوں کے ساتھ برقرار رہے گا:

پہلی شرط:

وہ اس نکاح کو اپنی شریعت میں صحیح سمجھتے ہوں.

دوسری شرط:

وہ اسے ہمارے پاس نہ لائیں.

اگر وہ اسے صحیح نہ سمجھیں تو خاوند اور بیوی کے درمیان جدائی کرا دی جائیگی، اور اگر وہ اسے ہمارے پاس فیصلہ کے لیے لائیں تو ہم دیکھیں گے کہ اگر وہ عقد نکاح سے پہلے لائیں تو ہم اپنی شریعت کے مطابق عقد نکاح کرینگے، اور اگر عقد کے بعد ہو تو ہم یہ دیکھینگے کہ اگر عورت اس وقت مباح ہو تو ہم اس عقد کو برقرار رکھینگے، اور اگر مباح نہ ہو تو ہم ان دونوں کے درمیان تفریق کر دینگے.

ان اشیاء کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں کفار نے اسلام قبول کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی بیویوں کے ساتھ ہی باقی رکھا جو دور جاہلیت میں ان کی بیویاں تھیں، اور انہیں کچھ نہیں کہا، تو یہ اس کی دلیل ہے کہ اسے اصل پر باقی رکھا جائیگا. انتہی

دیکھیں: الشرح الممتع (12 / 239 ـ 240).

اور رہا زنا اور جسے دوستی کے تعلقات کا نام دیا جاتا ہے یہ سب کچھ ہماری اور ان کی شریعت میں باطل ہے، اور یہ اس غلط عادات کا نتیجہ ہے جو ان کے سلوك اور معاشرے میں پائی جاتی ہیں.

مسلم شریف میں براء بن عازب رضی اللہ تعالی عنہ سے زنا کرنے والے یہودیوں کو رجم کرنے کا واقع مروی ہے، کہ کس طرح انہوں نے تورات میں تحریف کی اور اللہ تعالی کے نازل کردہ احکام کو کس طرح تبدیل کیا لیکن انہوں نے زنا کو مباح نہیں کیا بلکہ اس کی سزا میں تحریف کرتے ہوئے رجم کے بدلے اس کا چہرہ سیاہ کر کے کوڑے مارنے میں تبدیل کر دیا.

صحیح مسلم حدیث نمبر (1700).

اور نصاری كے ہاں بھی یہ اسی طرح ہے، جیسا كہ انجیل متی (19 / 18) میں درج ہے:

یسوع كا كہنا ہے: تم نہ تو قتل كرو، اور نہ ہی زنا كاری كے مرتكب ٹھرو، اور نہ ہی چوری كرو، اور نہ جھوٹی گواہی دو "

اور انجیل مرقس (10 / 19) اور انجیل لوقا (18 / 20) میں درج ہے: تم وصیت كو جانتے ہو: نہ تو زنا كا ارتكاب كرو، اور نہ ہی قتل كرو، اور نہ جھوٹی گواہی دو "

اس لیے ہم كہتے ہیں اگر تو یہ دونوں والدین شادی شدہ تھے ۔ چاہے وہ عیسائیت یا یہودیت كا مذہب ركھتے تھے ۔ تو ان كے نكاح كو برقرار ركھا جائیگا، اور ان كی بیٹی كو باپ كی طرف منسوب كیا جائیگا، لیكن اگر وہ بیٹی غیر موثوق عقد كے تعلقات سے پیدا ہوئی، بلكہ زنا كے تعلقات سے پیدا ہوئی ہو تو اسے زانی كی طرف منسوب نہیں كیا جائیگا، بلكہ وہ اپنی ماں كی طرف منسوب ہو گی جیسا كہ اب اس سوال میں اس لڑكی كا واقع ہے.

اور ہماری شریعت مطہرہ میں سب علماء اس پر متفق ہیں كہ زنا كی اولاد كا زانی سے الحاق نہیں كیا جائیگا، جب تك كہ زانی اس كا الحاق طلب نہ كرے، بلكہ جمہور اہل علم تو یہ كہتے ہیں كہ اگر زانی چاہے بھی تو اسے زانی كی طرف منسوب نہیں كیا جائیگا.

اور مسئلہ یہ نہیں كہ زانی اب بقید حیات نہیں ۔ جیسا كہ سوال میں بیان ہوا ہے ۔ بلكہ مسئلہ یہ ہے كہ ان دونوں كے تعلقات شادی والے نہ تھے اور اس غلط تعلقات كے نتیجہ میں وہ بچی پیدا ہوئی تھی.

اور ہماری شریعت مطہرہ میں بیٹے كو باپ كے علاوہ كسی اور طرف منسوب كرنے كنحرمت وارد ہے.

اللہ سبحانہ و تعالی كا فرمان ہے:

لے پالكوں كو ان كے (حقیقی) باپوں كی طرف نسبت كر كے بلاؤ اللہ كے نزدیك پورا انصاف یہی ہے پھر اگر تمہیں ان كے (حقیقی) باپوں كا علم نہ ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں، تم سے بھول چوك میں جو كچھ ہو جائے اس میں تم پر كوئی گناہ نہیں البتہ گناہ اس میں ہے جس كا ارادہ تم دل سے كرو اللہ تعالی بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے الاحزاب (5)

اور ابو ذر رضی اللہ تعالی عنہ بیان كرتے ہیں كہ میں نے سنا كہ نبی كریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے:

" جو شخص بھی جانتے بوجھتے اپنی نسبت باپ كے علاوہ كسی اور كی طرف كرے تو یہ كفر كے علاوہ كچھ نہیں، اور جو شخص كسی قوم میں سے ہونے كا دعوی كرے اور وہ ان میں سے نہ ہو تو وہ اپنا ٹھكانہ جہنم میں بنا لے "

صحیح بخاری حدیث نمبر (3317) صحیح مسلم حدیث نمبر (61).

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" بعض شارحین کا کہنا ہے: یہاں مطلقا کفر بیان کرنے کا سبب یہ ہے کہ یہ اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے، گویا کہ وہ یہ کہہ رہا ہے اللہ تعالی نے مجھے فلاں کے پانی (نطفہ) سے پیدا کیا ہے، حالانکہ ایسا نہیں؛ کیونکہ وہ تو کسی دوسرے سے پیدا شدہ ہے.

دیکھیں: فتح الباری (12 / 55).

اور ایک حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" سب سے بڑا جھوٹ اور بہتان یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کرے "

صحیح بخاری حدیث نمبر (3318).

اور ایک دوسری حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کچھ اس طرح ہے:

" جس کسی نے بھی اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کی تو اس پر جنت حرام ہے "

صحیح بخاری حدیث نمبر (4072) صحیح مسلم حدیث نمبر (63).

خلاصہ یہ ہوا کہ:

زنا سے پیدا شدہ بچہ - چاہے زنا کرنے والے مسلمان ہوں یا غیر مسلم - زانی کی طرف منسوب نہیں ہو گا، بلکہ وہ اپنی ماں کی جانب منسوب ہو گا، چنانچہ یہ نئی مسلمان بہن جس حالت میں ہے وہ صحیح ہے، اور اگر یہ ممکن نہ ہو کہ وہ عورت کی طرف نہیں بلکہ مرد کی طرف ضرور منسوب ہو تو پھر اس کے لیے - ضرورت کی بنا پر - ممکن ہے کہ کسی غیر معین اور غیر معروف آدمی کنطرف منسوب ہو جائے، بلکہ وہ کوئی مختلف مرکب نام اختیار کر کے اس کی طرف منسوب ہو جائے، اور اس کے لیے خاوند کی طرف منسوب ہونا جائز نہیں.

واللہ اعلم .